An International Journal of ISLAMIC AND SOCIAL SCIENCES
ISLAMICUS

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

April-June, 2025, Volume:05, Issue:02 Pages:65-76

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home
Publisher Website: https://www.mircpk.net

MUSLIM INTELLECTUALS Research Center Multan-Pakistan

اہل کتاب کے نظریاتی و عملی مسائل کے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل: ایک تجزیاتی مطالعہ

SOLUTION OF THE THEORETICAL AND PRACTICAL PROBLEMS OF FOLLOWERS OF THE REVEALED SCRIPTURES IN THE LIGHT OF ISLAMIC TEACHINGS: AN ANALYTICAL STUDY

***Muhammad Usman[1], Muhammad Waqas Anjum[2]**

[1] *Lecturer (Visiting) Islamic Studies, Government College of Technology, Bahawalpur, Punjab, Pakistan.*
[2] *MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Punjab, Pakistan.*

HEC "Y" Category
HJRS HEC Journal Recognition System

ARTICLE INFO

Article History:

Received:	May 02, 2025
Revised:	May 20, 2025
Accepted:	May 25, 2025
Available Online:	May 29, 2025

Keywords:
People of the Book
Quranic Guidance
Islamic Monotheism
Interfaith Dialogue
Theological Distortions

Funding:
This research journal (PIIJISS) doesn't receive any specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

This study explores the ideological deviations of the People of the Book (Jews and Christians) and their resolution in the light of the Quran and Sunnah. It identifies key theological errors, including the distortion of divine scriptures ,(تحریف)the adoption of polytheistic beliefs such as the doctrine of the Trinity, denial of the finality of prophethood, and misinterpretations regarding the afterlife and salvation. By tracing the historical and theological roots of these deviations, the research highlights their social and spiritual repercussions on individuals and societies. Through an in-depth analysis of Quranic verses and Prophetic traditions, the study emphasizes Islam's balanced approach to addressing these issues, utilizing methods such as wisdom,(حکمت)constructive admonition ,(موعظۃ حسنہ)and respectful dialogue.(جدال احسن) The research underscores the importance of guiding the People of the Book towards the truth of Islamic monotheism(توحید) and universal ethical values, maintaining justice and mercy throughout the process. Islam's approach invites to truth and fosters harmony and understanding by addressing ideological conflicts with respect and clarity. The study discusses the role of interfaith dialogue as a means to encourage mutual understanding, promote peace, and invite the People of the Book to the teachings of Islam.This study provides a critical analysis of the ideological challenges posed by the beliefs of the People of the Book, offering Quranic solutions to guide them towards reformation. It highlights how Islam's universal message emphasizes both the intellectual and moral elevation of humanity, urging peaceful engagement and calling all towards a shared path of truth, justice, and spirituality.

Corresponding Author's Email: usmanattari807@gmail.com

تمہید

اسلام نے غیر مسلموں کو دعوتِ دین کے حوالے سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے، جن میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو ایک خاص مقام دیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے اہل کتاب اور مشرکین کے درمیان واضح فرق کرتے ہوئے ان کے ساتھ مکالمے اور دعوت کے لیے الگ الگ اصول بیان کیے ہیں۔ مشرکین عمومی طور پر اللہ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں، جب کہ اہل کتاب آسمانی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام پر جزوی ایمان رکھتے ہیں، لیکن تحریف، انکارِ حق اور غلو کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس لیے قرآن نے ان کے ساتھ مکالمے کے لیے خصوصی ہدایات فراہم کی ہیں جو حکمت، موعظت حسنہ اور جدال احسن پر مبنی ہیں۔ اہل کتاب کی نمایاں گمراہیاں، جیسے تحریفِ کلام، عقیدہ تثلیث، انبیا کی مخالفت، اور دین میں غلو، ان کے دینی نظام کو متاثر کر چکی ہیں۔ ان کی اصلاح کے لیے اسلام نے دعوت کا ایک ایسا جامع نظام پیش کیا جو نرمی، شفقت اور حکمت پر مبنی ہے۔ اس نظام کا مقصد انہیں اللہ کی وحدانیت، انبیاء علیہم السلام کی تصدیق، اور اصل آسمانی تعلیمات کی طرف واپس لانا ہے۔ دعوت کے یہ اصول نہ صرف اہل کتاب کی گمراہیوں کو واضح کرتے ہیں بلکہ ایک داعی کے لیے رہنمائی کا بہترین نمونہ بھی پیش کرتے ہیں۔

سابقہ کام کا جائزہ

"اہلِ کتاب کے مسائل اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل" میں اس موضوع پر کثیر محققین و مدققین نے تحقیقی کام کیا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم تصنیف "**اسلام اور اہلِ کتاب: تعلیماتِ قرآن و سنت اور تصریحاتِ آئمہ دین**" شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ہے جس کو منہاج القرآن پبلکیشنز لاہور نے 2014ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں انہوں نے اہلِ کتاب اور غیر اہلِ کتاب میں فرق، اسلام کے ہاں اہلِ کتاب کے دعوی توحید پر اعتبار، غیر مسلموں کے حقوق کو تفصیلی انداز میں بیان کیا۔ اسی طرح انہوں نے اپنی ایک اور تصنیف "**اسلام دینِ امن و رحمت**" میں اسلام کا غیر مسلم اقوام سے نظریہ امن و سلامتی کو نہ صرف واضح کیا بلکہ اس کے عملی اقدامات کا جائزہ قرآن و سنہ سے پیش کیا۔ اسی طرح ان کی ایک اور کتاب "**مسلمانوں اور غیر مسلموں کے باہمی تعلقات**" میں علامہ ابن قیم کی کتاب "احکام اھل الذمہ" کا جائزہ لیا ہے جس کا مقصد اہلِ کتاب سے متعلقہ مسائل اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل اور اہلِ کتاب سے کئے گئے معاہدات و مواثیق کا جائزہ لیا۔ علامہ سید سلمان ندوی نے ایک کتاب "**رحمتِ عالم ﷺ**" لکھی جس میں رسول اللہ ﷺ کا غیر مسلموں کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے بھیجے گئے خطوط، ہجرتِ حبشہ، اہلِ کتاب کے نظریاتی مسائل کا حل پیش کیا۔ اسی طرح ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے "**رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی**" لکھی، جس میں عہدِ نبوی میں غیر مسلموں بالخصوص اہلِ کتاب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کی مذہبی رواداری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنی کتاب "**اسلامی ریاست**" میں اس سے متعلق جائزہ لیا۔ محمد اسلم صدیقی نے پروفیسر ڈاکٹر محمود اختر کی زیرِ نگرانی پی ایچ ڈی علومِ اسلامیہ کا مقالہ بعنوان "**قرنِ اول میں مسلمانوں کے غیر مسلموں سے تعلقات و معاہدات**" 2002ء میں شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور میں لکھا۔ جس میں غیر مسلموں کی مختلف اقسام، قرآن و سنت کی روشنی میں غیر مسلموں سے تعلقات و معاہدات کی نوعیت، اہلِ کتاب کے نظریاتی مسائل کا حل جامع انداز میں پیش کیا۔ اسی طرح عبد الرؤف باجوہ نے پروفیسر ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر کی زیرِ نگرانی ایم فل علوم اسلامیہ کا مقالہ بعنوان "**اہلِ کتاب سے مسلمانوں کے تعلقات (عہدِ نبوی ﷺ تا عہدِ بنو امیہ)**" سیشن 2005-2007، دی اسلامیہ یونیورسٹی، شعبہ علوم اسلامیہ بہاولپور میں لکھا، مقالہ کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا۔ اہلِ کتاب سے متعلق ان کا تعارف، تاریخ قبل از اسلام، ان کے نظریاتی مسائل کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اہلِ کتاب سے متعلق مختلف کتب اور مضامین موجود ہیں، تاہم ان کے نظریاتی مسائل اور ان کے اثرات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے "**اہلِ کتاب کے نظریاتی و عملی مسائل اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا تجزیاتی و حل طلب مطالعہ**" کے موضوع کو منتخب کیا گیا ہے تاکہ ان مسائل کا گہرائی سے تجزیہ کیا جاسکے۔

اہلِ کتاب کا تعارف

اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی رہنمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے، جو اللہ کی طرف سے نازل کردہ تعلیمات، کتابوں یا صحیفوں کو لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ جن قوموں کو کتاب یا صحیفے دیے گئے، وہ اہلِ کتاب کہلائیں۔ اسلامی اصطلاح میں "اہلِ کتاب" کا لفظ خاص طور پر یہود و نصاریٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ان ہی اقوام سے زیادہ تر خطاب کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے عہد لیا تھا کہ وہ کتاب کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچائیں گے اور انہیں چھپائیں گے نہیں، جیساکہ فرمایا:

"وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ"[1]

(ان سے عہد لیا گیا کہ وہ کتاب کے احکام واضح کریں گے اور انہیں پوشیدہ نہیں رکھیں گے)

یہ عہد خاص طور پر بنی اسرائیل سے متعلق تھا، جن میں یہود اور نصاریٰ شامل ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی کتابوں کی نسبت سے یہ اقوام اہلِ کتاب کہلاتی ہیں۔ انبیاء کے ساتھ ان کے رویے میں سختی اور سرکشی نمایاں رہی، خاص طور پر یہود کا رویہ، جیساکہ قرآن مجید اور تاریخ دونوں سے ثابت ہے۔[2]

یہود سے مراد

یہود کی تاریخ کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت اور ان کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالص بندگی سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف آزمائشوں میں کامیاب ہونے کے بعد اقوام عالم کی امامت عطا فرمائی۔ جیساکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَٰهِيمَ رَبُّهُۥ بِكَلِمَٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّى جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِى قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى ٱلظَّٰلِمِينَ"[3]

(اور جب ابراہیم کو ان کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورے اترے تو اللہ نے کہا: میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ ابراہیم نے عرض کیا: اور میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس امامت کو ان کے بیٹے حضرت اسحاق اور پوتے حضرت یعقوب علیہا السلام نے جاری رکھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام، جنہیں "اسرائیل" کا لقب دیا گیا، کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا گیا۔ بنی اسرائیل کو قرآن مجید میں اہلِ کتاب کہا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمانی ہدایات سے نوازا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو توحید پر قائم رہنے کی تاکید کی، جیساکہ قرآن مجید ہے:

"أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ ٱلْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنۢ بَعْدِى قَالُوا۟ نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ ءَابَآئِكَ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ"[4]

(کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کے پاس موت آئی، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباؤاجداد، ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود، جو معبود یکتا ہے، کی عبادت کریں گے، اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔)

بنی اسرائیل کو دینی رہبری اور توحید کی دعوت کا فریضہ دیا گیا تھا۔ قرآن مجید نے ان کے اس عہد کو بھی یاد دلایا، جہاں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تاکید کی:

"وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَٰقَ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَقُولُوا۟ لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ"[5]

(اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھلائی، اور لوگوں سے اچھی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا۔)

یہ عہد بنی اسرائیل کو دعوتِ توحید کا علمبردار اور شہادتِ حق کا امین بناتا تھا۔ ان کی تاریخ میں کئی مواقع پر انحراف اور نافرمانی بھی دیکھی گئی، لیکن حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کے ذریعے ان کی رہنمائی جاری رکھی گئی۔ یہودیت کا ارتقاد راصل اسی تاریخی پس منظر سے جڑا ہوا ہے۔[6]

عیسائیت سے مراد

عیسائیت کا آغاز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان کی دعوتِ توحید سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ آپ بنی اسرائیل میں آنے والے آخری نبی تھے اور اللہ نے آپ کو انجیل عطا فرمائی۔ بائبل میں آپ کو "یسوع مسیح" کے نام سے یاد کیا گیا ہے، لیکن اناجیل میں آپ کی پیدائش، نسب اور حالات زندگی کے بارے میں تضادات موجود ہیں۔ یہودی اس وقت ایک نجات دہندہ کے منتظر تھے جو انہیں غلامی اور مظالم سے نجات دلائے۔ تاہم، وہ مسیح کی آمد کے وقت اور مقام کے بارے میں واضح علم نہیں رکھتے تھے۔ بادشاہ ہیرو ڈ کو خدشہ تھا کہ مسیح کی آمد اس کی حکومت کے خاتمے کا باعث بنے گی، اس لیے وہ مسیح کی پیدائش کی خبر سن کر اسے قتل کرنے کے درپے رہا۔ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزاتی پیدائش کا ذکر یوں آیا ہے:

"فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا"[7]

(تو ہم نے ان کی طرف اپنی روح بھیجی، جو ان کے سامنے ایک کامل انسان کی شکل میں ظاہر ہوا۔)

حضرت مریم کو اللہ نے پاکیزہ بیٹا عطا فرمایا جو اللہ کی نشانی اور رحمت تھا۔ تاہم، یہودیوں نے آپ ﷺ کی نبوت کو قبول نہ کیا اور آپ کے خلاف سازشیں کیں۔ عیسائیت بعد میں مختلف نظریات و عقائد کی بنیاد پر ترقی کرتی گئی، جن میں اصل تعلیمات سے انحراف بھی شامل تھا۔[8]

یہودیوں کی آبادی

یہودیوں کی عالمی آبادی کے حالیہ اعداد و شمار کے مطابق، دنیا بھر میں یہودیوں کی تعداد تقریباً 15.8 ملین (1 کروڑ 58 لاکھ) ہے۔ ان میں سے تقریباً 7.3 ملین (73 لاکھ) اسرائیل میں مقیم ہیں، جبکہ 6.3 ملین (63 لاکھ) امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔[9]

دیگر ممالک میں یہودی آبادی کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

- فرانس: 438,500
- کینیڈا: 400,000
- برطانیہ: 313,000
- ارجنٹینا: 170,000
- جرمنی: 125,000
- روس: 123,000
- آسٹریلیا: 117,000
- برازیل: 90,300
- جنوبی افریقہ: 49,500
- ہنگری: 45,000
- میکسیکو: 41,000
- نیدرلینڈز: 35,000

عیسائیوں کی آبادی

عیسائیت دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے، جس کے پیروکاروں کی تعداد 2024 کے مطابق تقریباً 2.38 بلین (2 ارب 38 کروڑ) ہے، جو عالمی آبادی کا تقریباً 31% بنتی ہے۔ عیسائیت میں کیتھولک، پروٹسٹنٹ، اور آرتھوڈوکس سمیت مختلف فرقے ہیں، جو دنیا کے مختلف خطوں میں موجود ہیں۔ یہ مذہب بنیادی طور پر حضرت عیسیٰ کی تعلیمات پر مبنی ہے اور ان کے پیروکار انہیں "مسیح" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ عیسائی آبادی کے بڑے مراکز امریکہ، برازیل، میکسیکو، فلپائن، اور روس شامل ہیں۔ امریکہ اور یورپ میں عیسائیت سب سے زیادہ مروج ہے، جبکہ افریقہ اور ایشیا میں بھی عیسائی آبادی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے، خصوصاً مشنری سرگرمیوں کی وجہ سے۔ موجودہ دور میں، بعض مغربی ممالک میں عیسائی آبادی کے تناسب میں کمی آئی ہے، خاص طور پر برطانیہ اور ویلز میں، جہاں 2021 کی مردم شماری کے مطابق، پہلی بار عیسائیوں کی تعداد کل آبادی کے نصف سے کم ہو گئی ہے۔[10]

اہل کتاب کے عقائد و نظریاتی اختلافات پر قرآنی تنقید

قرآن مجید نے اہل کتاب، یعنی یہود و نصاریٰ کے عقائد پر نہایت جامع اور مدلل انداز میں تنقید کی ہے تاکہ ان کے نظریاتی اختلافات کو واضح کیا جا سکے اور انہیں اصل تعلیمات کی طرف بلایا جا سکے۔ اہل کتاب کی گمراہیوں میں سب سے نمایاں تحریفِ کلام، عقیدہ تثلیث، انبیا کی مخالفت اور دین میں غلو شامل ہیں۔ قرآن نے ان مسائل کو نہ صرف واضح کیا بلکہ دعوتِ دین کے اصولوں کے مطابق ان کی اصلاح کا طریقہ بھی بیان کیا۔

قرآن مجید میں بیان کردہ یہ تنقید آج کے دور میں بھی اہل کتاب کے ساتھ مکالمے کے لیے ایک رہنما اصول فراہم کرتی ہے۔

تحریفِ کلام

اہل کتاب کی سب سے بڑی گمراہی ان کی آسمانی کتابوں میں تحریف کرنا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل پر شدید تنقید کی:

"يُحَرِّفُونَ ٱلۡكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ"[11]

(وہ لوگ کلام کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔)

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کے کلام کو اپنی خواہشات کے مطابق بدل دیا، تاکہ وہ اپنے ذاتی اور اجتماعی مفادات کو پورا کر سکیں۔ یہ تحریف کبھی الفاظ کو بدل کر کی گئی اور کبھی معانی کو مسخ کر کے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فَوَيۡلٌ لِّلَّذِينَ يَكۡتُبُونَ ٱلۡكِتَٰبَ بِأَيۡدِيهِمۡ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنۡ عِندِ ٱللَّهِ لِيَشۡتَرُواْ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًاۖ فَوَيۡلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتۡ أَيۡدِيهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكۡسِبُونَ"[12]

(تو ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے بدلے تھوڑی قیمت لے سکیں۔ پس ان کے لیے ہلاکت ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور اس کے لیے بھی جو وہ کماتے ہیں۔)

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل کتاب نے اپنی مرضی سے نئی باتیں لکھ کر انہیں اللہ کی طرف منسوب کیا، تاکہ وہ دین کو اپنے قابو میں لا سکیں اور لوگوں کو گمراہی کی طرف لے جا سکیں۔ تحریفِ کلام کے اس عمل نے نہ صرف اہل کتاب کے دین کو مسخ کر دیا بلکہ ان کے پیروکاروں کو بھی حق سے دور کر دیا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یہودیوں نے تحریف کے ذریعے اپنی کتابوں کے بنیادی پیغام کو بدل دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شریعت کے اصل مقصد سے دور ہو گئے اور ان کی گمراہی میں اضافہ ہوا"[13]

عقیدہ تثلیث

اہل کتاب کے عقائد میں دوسری بڑی گمراہی ان کا عقیدہ تثلیث تھا، جو عیسائی مذہب کا ایک بنیادی نظریہ ہے۔ قرآن نے اس عقیدے کو نہایت سختی سے رد کیا اور اسے اللہ کی وحدانیت کے خلاف قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"لَّقَدۡ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ ثَالِثُ ثَلَٰثَةٖۘ وَمَا مِنۡ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞۚ وَإِن لَّمۡ يَنتَهُواْ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ"[14]

(وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: اللہ تین میں سے ایک ہے، حالانکہ معبود صرف ایک ہے۔ اور اگر وہ اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ تثلیث کا عقیدہ عیسائیوں کے مذہبی نظام میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے، لیکن قرآن نے اسے شرک قرار دیا اور عیسائیوں کو اس سے باز آنے کی دعوت دی۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

"وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ ٱللَّهِۖ ذَٰلِكَ قَوۡلُهُم بِأَفۡوَٰهِهِمۡۖ يُضَٰهِـُٔونَ قَوۡلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبۡلُۚ قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُۖ أَنَّىٰ يُؤۡفَكُونَ"[15]

(نصاریٰ نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ وہ ان لوگوں کی باتوں کی نقل کر رہے ہیں جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں۔ اللہ انہیں ہلاک کرے، وہ کہاں بہکے جا رہے ہیں!)

ان آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث ان کے دین کی تعلیمات سے انحراف اور اللہ کی وحدانیت کے خلاف ایک سنگین گمراہی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے کی مذمت و ممانعت

عقیدہ تثلیث کی حقیقت پر قرآن نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا:

"يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ وَلَا تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّۚ إِنَّمَا ٱلۡمَسِيحُ عِيسَى ٱبۡنُ مَرۡيَمَ رَسُولُ ٱللَّهِ وَكَلِمَتُهُۥٓ أَلۡقَىٰهَآ إِلَىٰ مَرۡيَمَ وَرُوحٞ مِّنۡهُۖ فَـَٔامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦۖ وَلَا تَقُولُواْ ثَلَٰثَةٌۚ ٱنتَهُواْ خَيۡرٗا لَّكُمۡۚ إِنَّمَا ٱللَّهُ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞ"[16]

(اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں، جو اس نے مریم کی طرف ڈالا، اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں۔ پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور تین نہ کہو۔ باز آجاؤ کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اللہ تو صرف ایک معبود ہے۔)

یہ آیت نصاریٰ کو خبردار کرتی ہے کہ وہ دین میں غلو سے باز آئیں اور حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا قرار دینے سے گریز کریں۔ علامہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"عقیدہ تثلیث نہ صرف شرک کا عقیدہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو محدود کرنے اور اس کی عظمت کو گھٹانے کی ایک کوشش ہے۔ یہ نظریہ قرآن کی واضح تعلیمات کے بالکل منافی ہے"۔[17]

اہل کتاب کے عقائد پر قرآنی تنقید کا مقصد ان کی گمراہیوں کو واضح کرنا اور انہیں حق کی طرف مائل کرنا ہے۔ قرآن مجید نے نہایت حکمت، موعظت حسنہ، اور جدال احسن کے اصولوں کے ذریعے ان کے نظریاتی اختلافات کی نشاندہی کی اور انہیں دعوت دی کہ وہ اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کریں اور اپنے انحرافات سے باز آئیں۔ یہ تنقید نہ صرف ان کے لیے اصلاح کا ذریعہ ہے بلکہ دعوتِ دین کے لیے ایک رہنما اصول بھی فراہم کرتی ہے۔

قرآن مجید کے ان بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث اللہ کی وحدانیت کے بنیادی اصول کے خلاف ہے۔ قرآن نے عقیدہ تثلیث کو نہ صرف علمی دلائل کے ذریعے

رد کیا بلکہ عیسائیوں کو اس غلو اور گمراہی سے باز آنے کی دعوت بھی دی۔ تثلیث کا عقیدہ اس غلط فہمی پر مبنی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں یا وہ الوہیت میں اللہ کے شریک ہیں۔ قرآن نے اس بات کی وضاحت کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام ایک راست باز اور پاکباز خاتون تھیں۔ اس عقیدے کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے قرآن نے نہایت حکمت کے ساتھ عیسائیوں کو دعوت دی کہ وہ اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کریں اور تثلیث جیسی گمراہی سے باز آئیں۔

ایک اور مقام پر قرآن نے عقیدہ تثلیث کی مخالفت میں فرمایا:

"وَإِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِى وَأُمِّىَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ ٱللَّهِۖ قَالَ سُبْحَٰنَكَ مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِى بِحَقٍّۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُۥ فَقَدْ عَلِمْتَهُۥۚ تَعْلَمُ مَا فِى نَفْسِى وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِى نَفْسِكَۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّٰمُ ٱلْغُيُوبِ"[18]

(اور جب اللہ فرمائے گا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو؟ وہ کہیں گے: تو پاک ہے، مجھے یہ حق نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تو اسے جان لیتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے، اور میں نہیں جانتا جو کچھ تو جانتا ہے۔ بے شک تو ہی چھپی باتوں کو جاننے والا ہے۔)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی لوگوں کو اپنی یا اپنی والدہ کی عبادت کرنے کی دعوت نہیں دی۔ یہ محض عیسائیوں کا ایک خود ساختہ عقیدہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے متصادم ہے۔ قرآن نے عیسائیوں کو اس عقیدے کے خلاف تنبیہ کی اور انہیں یہ پیغام دیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

انبیا کی مخالفت اور دین میں غلو

اہل کتاب کی گمراہیوں میں سے ایک انبیا علیہم السلام کی مخالفت اور ان کی تعلیمات کو جھٹلانا تھا۔ قرآن مجید نے ان کے اس رویے کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَٰقَهُمْ وَكُفْرِهِم بِأَيَٰتِ ٱللَّهِ وَقَتْلِهِمُ ٱلْأَنۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ"[19]

(پھر ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے، اور ان کے اللہ کی آیات کا انکار کرنے اور ان کے انبیاء کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے۔)

یہ آیت یہودیوں کی جانب سے اللہ کے انبیاء کے ساتھ دشمنی اور ان کے قتل جیسے سنگین جرائم کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ عمل ان کے دینی بگاڑ اور اخلاقی انحطاط کی علامت تھا۔

قرآن نے اہل کتاب کے دین میں غلو کرنے کی بھی مذمت کی اور انہیں متوازن عقیدے کی طرف بلایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لَا تَغْلُوا۟ فِى دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْحَقَّ"[20]

(اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہو۔)

یہ آیت یہود و نصاریٰ دونوں کے لیے ایک نصیحت ہے کہ وہ دین میں حد سے تجاوز نہ کریں اور اللہ کے بارے میں وہی کہیں جو حق ہو۔

قرآن مجید نے اہل کتاب کے عقائد پر تنقید کرتے ہوئے ان کے انحرافات کو واضح کیا اور انہیں حق کی طرف لوٹنے کی دعوت دی۔ تحریف کلام، عقیدہ تثلیث، انبیا کی مخالفت اور دین میں غلو جیسے مسائل پر قرآن کی تنقید اہل کتاب کے لیے نہ صرف اصلاح کا ذریعہ ہے بلکہ دعوتِ دین کے لیے رہنمائی کا بھی بہترین نمونہ ہے۔ قرآن کے یہ اصول آج کے دور میں بھی اہل کتاب کے ساتھ مکالمے اور دعوت کے لیے قابل عمل ہیں۔ قرآن کا پیغام واضح ہے کہ اللہ واحد ہے، اس کی کتاب اور اس کے انبیاء حق پر ہیں، اور ہر قسم کے غلو اور تحریف سے اجتناب کیا جائے۔ اس تنقیدی جائزے کے ذریعے قرآن نے نہایت حکمت اور شائستگی کے ساتھ اہل کتاب کو ان کی غلطیوں سے آگاہ کیا اور اصلاح کی دعوت دی۔

اہل کتاب پر عملی تنقید

قرآن مجید نے اہل کتاب کی نظریاتی گمراہیوں کے ساتھ ساتھ ان کی عملی زندگی میں موجود خرابیوں کی نشاندہی بھی کی اور ان کی اصلاح کے لیے دعوتِ دین کے اصولوں کو واضح کیا۔ یہ تنقید نہ صرف ان کے اخلاقی زوال کو نمایاں کرتی ہے بلکہ ان کے لیے اصلاح کا ایک جامع راستہ بھی متعین کرتی ہے۔ اہل کتاب کی عملی زندگی میں پائی جانے والی خرابیوں میں عدل و انصاف سے انحراف، سود خوری، معاہدوں کی خلاف ورزی، اور کمزوروں پر ظلم جیسے گناہ شامل تھے۔ قرآن نے ان کے رویوں کو سختی سے مسترد کیا اور انہیں اللہ کی شریعت کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَٰقَهُمْ لَعَنَّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَٰسِيَةً يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ وَنَسُوا۟ حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا۟ بِهِۦۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْۖ فَٱعْفُ عَنْهُمْ وَٱصْفَحْۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ"[21]

(پھر ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیے۔ وہ کلام کو اس کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور وہ اس نصیحت کا ایک حصہ بھول گئے جو انہیں دی گئی تھی۔ اور تم ہمیشہ ان کی خیانتوں کا مشاہدہ کروگے، سوائے ان میں سے کچھ کے۔ تو انہیں معاف کر دو اور درگزر کرو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔)

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اہل کتاب نہ صرف اللہ کے ساتھ کیے گئے اپنے عہد کو توڑتے رہے بلکہ ان کی یہ روش ان کے دلوں کی سختی اور ان کی عملی زندگی میں خیانتوں کا سبب بنی۔ یہ خیانت صرف نظریات تک محدود نہیں تھی بلکہ عملی معاملات میں بھی وہ مسلسل انحراف کے مرتکب ہوتے رہے۔ ان کی عہد شکنی نے نہ صرف ان کے دین کو کمزور کیا بلکہ ان کے معاشرتی نظام میں بے چینی اور عدم استحکام پیدا کیا۔

معاشی بدعنوانیاں

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی معاشی بدعنوانیوں، خاص طور پر سود خوری اور کمزور طبقات کا استحصال کرنے پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا:

"وَأَخۡذِهِمُ ٱلرِّبَوٰاْ وَقَدۡ نُهُواْ عَنۡهُ وَأَكۡلِهِمۡ أَمۡوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلۡبَٰطِلِۚ وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَٰفِرِينَ مِنۡهُمۡ عَذَابًا أَلِيمًا" [22]

(اور ان کا سود لینا حبکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا، اور لوگوں کا مال ناحق کھانا اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔)

یہ آیت اہلِ کتاب کے ان رویوں کی مذمت کرتی ہے جو نہ صرف شرعی اصولوں کے خلاف تھے بلکہ انسانی اخلاقیات کے بھی منافی تھے۔ سود کے ذریعے دولت جمع کرنا اور کمزور طبقات کو معاشی طور پر دبانا ان کے معاشرتی نظام کے زوال کی ایک بڑی وجہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذاب کی تنبیہ کر کے واضح کیا کہ ایسے اعمال اللہ کی ناراضگی کا سبب ہیں۔

دعوتِ دین کے اصول قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دعوتِ دین کے اصول واضح طور پر بیان فرمائے ہیں، جن پر عمل کرتے ہوئے دین اسلام کی تعلیمات کو موثر اور دل نشین انداز میں دوسروں تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ سورۃ النحل میں فرمایا:

"ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ" [23]

(اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور ان سے بہترین طریقے پر بحث کیجیے۔ بے شک آپ کا رب خوب جاننے والا ہے کون اس کے راستے سے بھٹک گیا کون ہدایت یافتہ ہے۔)

اس آیت میں دعوت کے تین اہم اصول بیان کیے گئے ہیں:

حکمت

حکمت دعوت و تبلیغ کا ایک بنیادی اصول ہے، جس کا مطلب ہے کہ داعی اپنے مخاطب کی ذہنی سطح، علمی استعداد، اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے دین کی تعلیمات پیش کرے۔ یہ حکمت کبھی تجربے اور مشاہدے سے حاصل ہوتی ہے، کبھی علم کی گہرائی اور فراست سے، اور کبھی اللہ کی طرف سے عطا کی جانے والی بصیرت سے۔ اگر کسی داعی کے پاس علمِ دین کے ذخائر تو موجود ہوں، لیکن حکمت کی کمی ہو، تو وہ مؤثر دعوت دینے میں ناکام ہو سکتا ہے۔ ایسے داعی کی مثال قرآن مجید میں اس گدھے کی سی دی گئی ہے، جس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو لیکن وہ ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ہر مخاطب کی اپنی ذہنی استعداد، طبیعت اور حالات ہوتے ہیں اور اگر دعوت کا ایک ہی انداز سب پر لاگو کیا جائے تو اس کے نتائج غیر مؤثر ہو سکتے ہیں۔ حکمت یہ ہے کہ ہر مدعو کی ذہنی سطح، مزاج، اور ذوق کے مطابق بات کی جائے تاکہ دعوت دل میں اتر جائے۔

موعظت حسنہ

دعوتِ دین کا دوسرا اہم تقاضا موعظت حسنہ یعنی اچھی نصیحت ہے۔ موعظت حسنہ کا مطلب یہ ہے کہ داعی کا اندازِ تخاطب نرم، شیریں اور ہمدردی سے بھرپور ہو تاکہ اس کی بات مدعو کے دل میں اتر جائے۔ مدعو کو یہ محسوس ہو کہ داعی اس کا خیر خواہ، مونس اور مددگار ہے۔ اس اندازِ نصیحت سے مدعو داعی کی بات کو دل سے قبول کرنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔ نرمی اور محبت کے بغیر کی جانے والی نصیحت مؤثر نہیں ہو سکتی بلکہ بعض اوقات سختی اور تلخی سے مدعو دین سے مزید دور ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی دعوتی حکمت عملی میں موعظت حسنہ کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، جہاں آپ ﷺ نے اپنی شفقت اور محبت سے لوگوں کو دین کی طرف مائل کیا۔ داعی کو چاہیے کہ وہ ہر موقع پر مدعو کی ذہنی استعداد، حالات، اور ضروریات کو سمجھتے ہوئے نصیحت کا انداز اختیار کرے۔ کسی کو عقلی دلائل سے قائل کیا جائے تو کسی کو جذباتی یا روحانی نصیحت سے متاثر کیا جائے، کیونکہ ہر شخص کے حالات اور ذہنی سطح مختلف ہوتے ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ داعی نصیحت کرتے وقت نرم لہجہ اور مثبت الفاظ استعمال کرے تاکہ مدعو کے دل پر اس کا اثر ہو اور وہ دین کی طرف مائل ہو۔ [24]

جدال احسن

دعوتِ دین کا تیسرا تقاضا جدال احسن ہے، جو دراصل حکمت کا عملی اظہار ہے۔ جب مدعو کی ذہنی سطح، حالات یا مزاج کی وجہ سے اختلاف یا بحث کی صورت پیدا ہو، تو داعی کو چاہیے کہ وہ سخت لہجہ یا الزام تراشی سے گریز کرے۔ جدال احسن کا مطلب ہے کہ اختلافی گفتگو میں حسنِ اخلاق، نرمی، اور مدلل انداز اپنایا جائے تاکہ بات فساد یا جھگڑے کی نوبت تک نہ پہنچے۔ داعی کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ بحث کا مقصد مدعو کو قائل کرنا ہے، نہ کہ اپنی برتری ثابت کرنا یا مدعو کو نیچا دکھانا۔ اس کے لیے داعی کو اپنی ذہنی اور فکری سطح پر قائم رہنا چاہیے اور مدعو کو اسی انداز میں مخاطب کرنا چاہیے جو اس کی شخصیت اور حالات کے لیے مناسب ہو۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جدال احسن کی بے شمار مثالیں ہیں، جہاں آپ ﷺ نے مخالفین کے ساتھ نہایت نرم اور شائستہ انداز میں گفتگو کی اور ان کے دلوں کو جیت لیا۔ داعی کو چاہیے کہ وہ اپنے کردار اور رویے سے مدعو کو متاثر کرے اور ایسا ماحول پیدا کرے جس میں مدعو اپنی رائے بدلنے پر آمادہ ہو جائے۔ یہ حکمت عملی دعوتِ دین کو مؤثر اور دل نشین بناتی ہے۔ [25]

دعوتِ دین میں حکمت کی اہمیت سے متعلق پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر

دعوتِ دین میں حکمت کی ضرورت پر پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ضیاء القرآن میں نہایت جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ایک نادان اور غیر تربیت یافتہ مبلغ اپنی دعوت کے لیے اُس دعوت کے دشمنوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہو سکتا ہے۔ اگر اس کے پیش کیے ہوئے دلائل بودے اور کمزور ہوں گے، اگر اس کا اندازِ خطابت درشت اور معاندانہ ہوگا، اگر اس کی تبلیغ اخلاص وللہیت کے نور سے محروم ہوگی تو وہ اپنے سامعین کو اپنی دعوت سے متنفر کر دے گا، کیونکہ اسلام کی نشر و اشاعت کا انحصار تبلیغ اور فقط تبلیغ پر ہے۔" [26]

اس قول میں پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا کہ داعی کے دلائل مضبوط، انداز نرم اور اسلوب شائستہ ہونا چاہیے تاکہ دعوت مؤثر ہو اور سامعین دین کی طرف مائل ہوں۔ ایک غیر حکیمانہ انداز نہ صرف دعوت کو ناکام بناتا ہے بلکہ دین کی بدنامی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ اس لیے داعی کو چاہیے اپنی دعوت میں حکمت، نرمی، اور اخلاص کا بھرپور مظاہرہ کرے۔

مختلف اندازِ بیان کی ضرورت

قرآن مجید نے ایک ہی مضمون کو مختلف انداز میں بیان کرکے داعیوں کو یہ سکھایا کہ ہر مدعو کی فہم اور ذہنی سطح کو مدنظر رکھتے ہوئے دعوت دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ ٱلْءَايَٰتِ وَلِيَقُولُواْ دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُۥ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ"[27]

"اور ہم اسی طرح آیات کو مختلف پیرایوں میں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ کہیں کہ آپ نے (کسی سے) پڑھا ہے اور تاکہ ہم علم رکھنے والوں کے لیے اسے واضح کردیں۔"

اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ایک انداز مؤثر نہ ہو تو دوسرا انداز اختیار کیا جائے جو مدعو کے فہم کے قریب ہو۔ مثال کے طور پر، نبی کریم ﷺ نے مختلف افراد سے ان کی ذہنی استعداد کے مطابق بات کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہونے کا انداز الگ تھا اور عام لوگوں سے مخاطب ہونے کا انداز الگ۔ یہ اصول آج کے دور میں بھی نہایت اہم ہے، جہاں مخاطبین کی ذہنی سطح، تعلیمی پس منظر اور معاشرتی حالات میں تنوع پایا جاتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں نرمی کا حکم

قرآن مجید نے دعوتِ دین کے اصولوں کو بیان کرتے ہوئے زبردستی اور جبر کی ممانعت کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"لَآ إِكْرَاهَ فِي ٱلدِّينِۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشْدُ مِنَ ٱلْغَيِّۚ فَمَن يَكْفُرْ بِٱلطَّٰغُوتِ وَيُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱسْتَمْسَكَ بِٱلْعُرْوَةِ ٱلْوُثْقَىٰ لَا ٱنفِصَامَ لَهَاۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ"[28]

(دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔ تو جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے، اس نے ایک مضبوط کڑے کو تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔)

یہ آیت دعوتِ دین کے ایک اہم اصول کو واضح کرتی ہے کہ دین اسلام میں جبر و زبردستی کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہدایت کی بنیاد دلیل اور فہم پر ہے، اور انسان کو آزادی دی گئی ہے کہ وہ حق کو اپنی مرضی سے قبول کرے۔

حدیث کی روشنی میں داعی کا انداز

رسول اللہ ﷺ نے داعیوں کو ہدایت دی کہ وہ مدعو کے ذہنی فہم اور استعداد کے مطابق بات کریں تاکہ دعوت مؤثر ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

﴿أُمِرْنَا أَنْ نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ﴾[29]

(ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کریں۔)

اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ داعی کو اپنے سامعین کی ذہنی سطح اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی بات پیش کرنی چاہیے۔ اگر داعی مخاطب کی ذہنی استعداد کا خیال نہ رکھے تو دعوت غیر مؤثر ہو سکتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ داعی اپنی دعوت کو حکمت، شائستگی اور نرمی کے ساتھ پیش کرے تاکہ وہ مدعو کے دل میں اتر جائے اور ہدایت کا باعث بنے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور طرزِ عمل اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حکمت اور نرمی کے بغیر دعوت کی کامیابی ممکن نہیں۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت میں حکمت کی عملی مثالیں

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ دعوت میں حکمت کے اصول کی عملی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ مدعو کی ذہنی سطح اور ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دیا اور مختلف مواقع پر ایک ہی سوال کا جواب حالات کے مطابق مختلف انداز میں دیا۔

جیسا کہ ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے:

﴿يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُورٌ﴾[30]

(یا رسول اللہ! سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا: پھر کون سا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد۔ پھر سوال کیا گیا: اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مقبول حج۔)

دوسری حدیثِ مبارکہ میں فرمایا:

﴿سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾[31]

(میں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے کہا: اس کے بعد؟ فرمایا: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد۔'

جبکہ تیسری حدیثِ مبارکہ میں فرمایا:

﴿قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، قِيلَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: مُؤْمِنٌ فِي شِعْبٍ مِنْ الشِّعَابِ يَتَّقِي اللَّهَ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ﴾[32]

(نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا: کون سا انسان سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مؤمن جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ پھر پوچھا گیا: اس کے بعد کون؟ فرمایا: وہ مؤمن جو کسی گھاٹی میں ہو، اللہ سے ڈرتا ہو، اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔)

نبی کریم ﷺ کا دعوتی اسلوب

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ دعوتِ دین کے ان اصولوں کی عملی تصویر ہے۔ آپ ﷺ نے دعوت دیتے وقت ہمیشہ مدعو کے حالات، ذہنی استعداد اور جذبات کو مدنظر رکھا۔ آپ ﷺ کا اندازِ دعوت نہایت شائستہ اور حکمت سے بھرپور تھا۔ ایک مشہور واقعہ بخاری شریف میں مذکور ہے:

﴿أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي المَسْجِدِ، فَثَارَإِلَيْهِ النَّاسُ لِيَقَعُوا عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: دَعُوهُ، وَلَا تُزْرِمُوهُ، ثُمَّ دَعَا بِدَلْوٍمِنْ مَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ﴾[33]

(ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے روکنے کے لیے اسکی طرف دوڑ لگائی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو اور سختی نہ کرو۔" پھر آپ ﷺ نے پانی کی ایک بالٹی منگوائی اور اس جگہ پر ڈال دیا۔)

یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے دعوتی اسلوب اور حکمتِ عملی کی بہترین مثال پیش کرتا ہے۔ دیہاتی کا مسجد میں پیشاب کرنا ظاہر ایک سنگین غلطی تھی، لیکن آپ ﷺ نے اسے سمجھانے کے لیے نرمی و حکمت سے کام لیا۔ صحابہ کرام سختی کے ارادے سے اس دیہاتی کی طرف بڑھے، مگر نبی کریم ﷺ نے انہیں سختی سے منع کیا اور مسئلے کو حل کرنے کا عملی طریقہ اختیار کیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور جگہ کو صاف کر دیا۔ یہ اسلوب داعیوں کے لیے ایک اہم سبق ہے کہ جب بھی کسی غلطی کا مشاہدہ ہو تو فوری طور پر سخت ردعمل دینے کے بجائے نرمی اور حکمت کے ساتھ مسئلے کو حل کرنا چاہیے۔ سختی عموماً لوگوں کو دین سے دور کر سکتی ہے، جبکہ نرمی اور تحمل ان کے دلوں کو دین کی طرف مائل کرنے کا سبب بنتی ہے۔ یہ حدیث ہمیں سکھاتی ہے کہ اسلام میں اصلاح کے عمل کو حکمت کے ذریعے ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

اہل کتاب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا حسن سلوک

رسول اللہ ﷺ نے اہل کتاب کے ساتھ ہمیشہ عدل، رواداری، اور محبت کا مظاہرہ کیا، جو اسلامی تعلیمات کی بنیاد ہیں۔ آپ ﷺ نے نہ صرف ان کے ساتھ معاہدات کیے بلکہ روزمرہ کے معاملات میں ان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ آپ ﷺ بیمار یہودیوں کی عیادت کرتے، ان کے جنازوں کے احترام میں کھڑے ہوتے، اور ان کے ساتھ ہونے والے معاملات میں عدل و انصاف کو ترجیح دیتے۔ آپ ﷺ کے فیصلے ان کے اپنے مذہبی قوانین کے مطابق کیے جاتے تھے، جیسا کہ ایک زنا کے مقدمے میں آپ نے تورات منگوائی اور اس کی روشنی میں سزا کا حکم دیا۔ یہودیوں کی جانب سے اکثر معاہدوں کی خلاف ورزی کی گئی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے صبر و تحمل سے کام لیا اور انہیں بار بار اصلاح کا موقع دیا۔ ایک موقع پر، جب ایک یہودی عالم نے رسول اللہ ﷺ سے توہین آمیز انداز میں سوال کیا، تو آپ ﷺ نے صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف جواب دیا بلکہ اس کے دلائل کا احترام بھی کیا۔ یہ اخلاقی رویہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ دیگر مذاہب کے لوگوں کے لیے بھی ایک نمونہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی رواداری کا ایک اور مظہر یہ تھا کہ آپ ﷺ یہود اور مسلمانوں کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کو عدل و انصاف سے حل کرتے۔ قرآن کے واضح احکامات کی روشنی میں یہودیوں کو عدالتی اور قانونی خود مختاری دی گئی تھی، لیکن اگر وہ اسلامی عدالت سے رجوع کرتے، تو آپ ﷺ ان کے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلہ کرتے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی ان کے مذہبی عقائد کو زبردستی تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا۔[34]

مولانا مودودی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اسلام نے اہل کتاب کے ساتھ تعلقات کے لیے عدل و انصاف اور حسنِ سلوک کے جو اصول دیے ہیں، وہ نہ صرف ان کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں بلکہ ان کے دلوں کو اسلام کی دعوت کی طرف مائل کرنے کے لیے بھی ایک بہترین ذریعہ ہیں"۔[35]

اسلام کے ان اصولوں پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو نہ صرف اہل کتاب کے ساتھ پرامن تعلقات قائم کرنے کا موقع ملتا ہے بلکہ ان کے ذریعے دعوتِ دین کے مواقع بھی پیدا ہوتے ہیں۔ ان اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے جہاں مختلف عقائد کے لوگ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرتے ہوئے ایک پرامن زندگی گزار سکیں۔

حدیث میں نرمی کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے دعوت کے عمل میں نرمی، شفقت، اور حکمت کو اپنایا۔ حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے وقت آپ ﷺ نے انہیں دعوت کے تدریجی اصول سکھائے اور فرمایا:

﴿إنَّكَ ستأتي قَومًا أَهْلَ كِتابٍ، فادعُهُم إلى شَهادةِ أن لا إلَهَ إلَّا اللَّهُ و أنِّي رسولُ اللَّهِ، فإنْ هُم أطاعوا لذلكَ فأعلِمْهُم أنَّ اللَّهَ افتَرَضَ علَيهِم خمسَ صَلَواتٍ في كُلِّ يومٍ وليلةٍ، فإنْ هُم أطاعوا لذلكَ فأعلِمْهُم أنَّ اللَّهَ افتَرَضَ علَيهِم صدقةً تُؤخَذُ من أغنيائِهِم فتُرَدُّ على فُقرائِهِم، فإنْ هُم أطاعوا لذلكَ فإيَّاكَ وكرائمَ أموالِهِم، و اتَّقِ دعوةَ المظلومِ، فإنَّهُ ليسَ بينَها وبينَ اللَّهِ حجابٌ﴾[36]

(تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو اہلِ کتاب ہیں، انہیں سب سے پہلے اس بات کی دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ اس بات کو قبول کر لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس بات کو بھی قبول کر لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے

لی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ اگر وہ یہ بھی مان لیں تو ان کے بہترین مالوں سے بچنا اور مظلوم کی بد دعا سے بچنا، کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔)

یہ حدیث دعوت کے اصولوں کی بہترین وضاحت کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تدریجی طریقے سے دعوت دینے کی ہدایت کی، جس میں سب سے پہلے عقیدہ توحید، پھر عبادات، اور آخر میں زکوٰۃ کے ذریعے معاشرتی نظام کی اصلاح کی بات شامل تھی۔ اس سے سبق ملتا ہے کہ دعوت میں حکمت، تدریج، اور نرمی کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

اقلیتوں کے ساتھ عدل و انصاف

اسلام نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو نہ صرف اخلاقی بلکہ قانونی حیثیت دی ہے، اور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں اس کی بہترین مثالیں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل کا مظاہرہ کیا، چاہے وہ یہود ہوں، نصاریٰ یا دیگر اقوام۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[37]

"جس نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) پر ظلم کیا، اس کا حق غصب کیا، یا اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ ڈالا، یا اس سے کسی چیز کو اس کی رضا کے بغیر لیا، تو قیامت کے دن میں اس کے خلاف حجت ہوں گا۔"

یہ حدیث اسلامی اصولوں میں اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے عملی اقدامات سے بھی اقلیتوں کے ساتھ عدل و انصاف کا مظاہرہ کیا، اور خلفائے راشدین نے اس عمل کو جاری رکھا۔ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو ان کے عقائد پر عمل کرنے، عبادت گاہوں کو محفوظ رکھنے، و جان و مال کے تحفظ کے حقوق دیے گئے، جو اسلامی عدل و مساوات کی عظیم مثال ہیں۔

قرآن و حدیث میں اہل کتاب کے ساتھ معاملات کی حدود

اہل کتاب سے نکاح

اسلامی فقہ نے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی خواتین سے نکاح کو سورۃ المائدہ کی آیت 5 کی روشنی میں مشروط اجازت دی ہے:

"الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ"[38]

"آج تمہارے لیے سب پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں، اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔ اور پاک دامن عورتیں مومن عورتوں میں سے اور پاک دامن عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، تمہارے لیے حلال ہیں، جب تم انہیں ان کا مہر دو، اس شرط پر کہ تم پاک دامن رہو، بدکاری نہ کرو اور نہ انہیں چھپی آشنائی کے لیے پکڑو۔"

اس آیت میں اہل کتاب کی محصنہ خواتین سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے، بشرطیکہ وہ پاک دامن ہوں اور نکاح کرنے والا مسلمان مرد دین میں مضبوط ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کتاب کی خواتین سے نکاح کو ناپسند کیا لیکن اسے حرام قرار نہیں دیا۔ ان کا فرمان تھا۔

"میں اسے حرام نہیں سمجھتا، لیکن اس کے باوجود اس کی اجازت اس لیے نہیں دے سکتا کہ اگر یہ دروازہ کھل گیا تو مسلمان عورتوں کے حقوق پامال ہونے کا خطرہ ہے۔"[39]

اہل کتاب کا ذبیحہ

اسلامی شریعت میں اہل کتاب کے ذبیحے کے حوالے سے واضح اصول موجود ہیں، جو قرآن و سنت کی بنیاد پر ترتیب دیے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ"[40]

(آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے۔")

اس آیت کی روشنی میں فقہاء نے اتفاق کیا ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اس وقت حلال ہوگا جب وہ شرعی اصولوں کے مطابق ہو، یعنی اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اور غیر اللہ کے لیے مخصوص نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعام سے مراد اہل کتاب کے ذبیحے ہیں۔[41]

اسی موقف کی تائید علامہ ابن قیم اپنی مشہور کتاب أحکام أهل الذمة میں کرتے ہیں اور سلف صالحین، جیسے ابن مسعود، قتادہ، اور حسن بصری کے اقوال پیش کرتے ہیں کہ اس آیت سے اہل کتاب کے ذبیحے کے جواز کا اصول اخذ ہوتا ہے۔[42]

مشینی ذبیحہ کے جدید مسائل پر اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کا موقف

اکثر مشینی ذبح کے عمل میں اللہ کا نام نہیں لیا جاتا، اور جانوروں کو ذبح کے بجائے مارنے یا بجلی کے جھٹکے سے ہلاک کیا جاتا ہے، جو شریعت کے اصولوں کے خلاف ہے۔ فقہ اکیڈمی کے مطابق، "مشینی ذبیحہ اس وقت جائز ہوگا جب ہر جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے اور اسے شرعی طریقے سے ذبح کیا جائے"۔[43]

اہل کتاب کے ساتھ کاروباری تعلقات

اسلام نے اہل کتاب کے ساتھ کاروباری تعلقات کو شرعی اصولوں کے دائرے میں جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"لَا يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ"[44]

"اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے معاملے میں لڑائی نہیں کرتے اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے نکالتے ہیں۔"

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ عدل وانصاف اور نیکی کے اصولوں پر مبنی کاروباری تعلقات رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ شرعی احکام کے مطابق ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے اہل کتاب کے ساتھ تجارت کی اور لین دین کے معاملات انجام دیے، جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے:

﴿اشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ﴾[45]

"نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے ادھار اناج خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔"

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ کاروباری معاملات شرعی حدود کے اندر رہ کر جائز ہیں۔ جدید دور میں اہل کتاب کے ساتھ کاروباری تعلقات کئی نئے چیلنجز اور مسائل پیش کرتے ہیں، جن میں سودی لین دین، حرام اشیاء کی تجارت، اور غیر شفاف لین دین شامل ہیں۔ سودی نظام میں شمولیت شریعت میں سختی سے منع ہے، چاہے وہ اہل کتاب کے بینکوں کے ساتھ ہو یا مسلمانوں کے۔[46]

بین المذاہب ہم آہنگی اور مکالمہ کی اہمیت وفروغ

بین المذاہب ہم آہنگی اور مکالمہ دنیا کے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان امن، رواداری، اور باہمی احترام کو فروغ دینے کا ایک اہم ذریعہ ہے، جو معاشرتی استحکام اور عالمی امن کے قیام میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ اس کا مقصد عقائد کے اختلافات کو نفرت اور تنازعے کے بجائے افہام وتفہیم اور تعاون کی بنیاد بنانا ہے۔ اسلام نے ہمیشہ بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا ہے، جیسا کہ قرآن وسنت کی تعلیمات میں عدل، انصاف، اور انسانیت کے احترام کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔ اہل کتاب کے ساتھ تعلقات میں نرمی اور حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ نبی کریم کی سیرتِ طیبہ اس کی عملی مثال ہے، جہاں آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ عدل، حکمت، اور نرمی کا مظاہرہ کیا۔ آج کے دور میں، مختلف مذاہب کے درمیان مکالمے اور ہم آہنگی کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے، تاکہ عدم برداشت اور تصادم کے مسائل کو ختم کیا جاسکے اور ایک پرامن معاشرہ قائم کیا جاسکے۔ مشہور مفکر اور محقق ڈاکٹر جان ہیکنگز، جو بین المذاہب مکالمے اور عالمی امن کے موضوعات پر اپنی گہری بصیرت کے لیے مشہور ہیں، نے اپنی کتاب Interfaith Harmony and Global Peacebuilding میں بین المذاہب ہم آہنگی کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھا:

"Interfaith harmony is the cornerstone of peaceful coexistence. It builds bridges of understanding among diverse communities, nurtures respect for differences, and creates opportunities for collaborative solutions to shared challenges. Without interfaith harmony, the world risks division, conflict, and a loss of shared human values that bind us together[47]".

"بین المذاہب ہم آہنگی پُرامن بقائے باہمی کی بنیاد ہے۔ یہ مختلف برادریوں کے درمیان افہام وتفہیم کے پل قائم کرتی ہے، اختلافات کے احترام کو فروغ دیتی ہے، اور مشترکہ چیلنجز کے حل کے لیے تعاون کے مواقع پیدا کرتی ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی کے بغیر دنیا تقسیم، تنازعے، اور ان مشترکہ انسانی اقدار کے نقصان کا خطرہ مول لیتی ہے جو ہمیں ایک دوسرے سے جوڑتی ہیں۔"

مذہبی رہنماؤں کے مابین مکالمہ

مذہبی رہنماؤں کے درمیان مکالمہ بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، جو اختلافات کو ختم کرنے کے بجائے افہام وتفہیم پیدا کرتا ہے۔ ورلڈ کونسل آف ریلیجنز کی رپورٹ Interfaith Collaboration for Global Peace کے مطابق:

"Religious leaders have a unique role in fostering interfaith harmony, as they are trusted voices in their communities."[48]

"مذہبی رہنماؤں کا بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے میں ایک منفرد کردار ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی برادریوں میں قابل اعتماد آواز کے حامل ہوتے ہیں۔"

اسلام کی حقانیت، مسلمانوں کے غیر مسلم اقوام سے حسنِ سلوک پر غیر مسلموں کا اعتراف

اسلام کی تعلیمات رواداری، عدل، اور انسانیت کے اعلیٰ اصولوں پر مبنی ہیں، جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اسلامی تاریخ میں یہ اصول عملًا نافذ کیے گئے، جن کی وجہ سے غیر مسلم اقوام، بالخصوص اہل کتاب، مسلمانوں کے ساتھ پرامن تعلقات میں شریک ہوئیں۔ ان تعلقات کی خصوصیت یہ رہی کہ مسلمانوں نے ہمیشہ دوسروں کے عقائد اور ثقافت کا احترام کیا اور کسی قسم کی جبر وتشدد کی پالیسی اختیار نہیں کی۔ اس حقیقت کا اعتراف کئی غیر مسلم محققین اور مورخین نے بھی کیا ہے۔

جان بیکٹ کا اعتراف

جان بیکٹ، جو عرب ممالک میں طویل عرصہ رہے، مسلمانوں کے حسن سلوک پر لکھتے ہیں:

"بہت سے یورپین کی نظروں میں اسلام ایک ایسا گھناؤنا مذہب ہے جس میں دنیا بھر کی برائیاں جمع ہیں، ان کی نظر میں یہ ایک تکلیف دہ مذہب ہے، ظالم ہے، وحشیانہ عقائد کا حامل ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو عرب دنیا میں رہتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں، وہ گواہی دیتے ہیں کہ عرب شریف النفس، ہمدرد، اور ملنسار ہوتے ہیں۔ برابری اور مساوات ان کے معاشرے کی روح ہیں۔" مزید برآں، وہ مسلمانوں کی مفتوحہ اقوام کے ساتھ رواداری اور عدل کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "مفتوحہ اقوام کی جان و مال کی حفاظت مسلمانوں کا خاصہ رہی۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو کبھی بھی غیر ضروری طور پر تنگ نہیں کیا گیا۔ وہ اپنے عقائد پر قائم رہنے میں آزاد تھے، اور ان کے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلے کیے گئے۔"[49]

الفرید سمتھ اور دیگر مغربی مورخین

"پیغمبر اسلام ﷺ نے مذہبی رواداری کے جو اصول وضع کیے، ان پر مسلمانوں نے سختی سے عمل کیا۔ ان اصولوں کے مطابق عیسائی اور یہودی مسلم ریاست میں امن و سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے تھے، وہ اپنے مذہب پر قائم رہ کر تمام شہری حقوق حاصل کر سکتے تھے، جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔" وہ مزید کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے مفتوحہ اقوام کو انسانی حقوق کا درس دیا اور کبھی بھی زبردستی مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ اس کے برعکس، "یہودی اور عیسائی اپنے ہم مذہبوں کے ظلم سے بچنے کے لیے مسلمانوں کی حکومت کو پناہ گاہ سمجھتے تھے۔"[50]

دوسری جانب کانٹ ہری دی کاسٹری مسلمانوں کے طرزِ عمل کی تعریف میں کہتے ہیں:

"محمد اللہ کے پیرو وہ واحد لوگ تھے جنہوں نے اپنے مفتوحین کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آکر دین کو پھیلایا۔ ان کی فتوحات میں ظلم و جبر کا شائبہ تک نہیں ملتا۔"

مولوی نور احمد نے انگریز مورخ فنلے کے حوالے سے لکھا:

"مسلمانوں کے عہد حکومت میں عیسائیت کو ختم کرنے کے لیے کبھی ظلم و ستم کا سہارا نہیں لیا گیا۔ بلکہ آج بھی عیسائیوں کی عبادت گاہوں کا قائم رہنا اسلامی حکومتوں کی رواداری کا زندہ ثبوت ہے۔"

یہ تمام بیانات اسلام کی حقانیت، عدل، اور رواداری کے اصولوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے اپنی فتوحات کو نہ صرف عسکری بلکہ نظریاتی فتح میں بدل دیا اور انسانی حقوق، مساوات، اور رواداری کی مثال قائم کی۔ یہ اصول آج بھی بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ایک عملی نمونہ ہیں۔[51]

اسلام کے عدل و انصاف اور رواداری کے سبب اہلِ کتاب سے مسلمان ہونے والے افراد

اسلام کی تعلیمات عدل، رواداری، اور مساوات پر مبنی ہیں، جو انسانیت کی فلاح اور باہمی احترام کا درس دیتی ہیں۔ یہ اصول نہ صرف مسلمانوں کے لیے رہنما ہیں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی تعلقات میں مثالی رویے کی بنیاد ہیں۔ مسلمانوں نے اپنی فتوحات کو محض عسکری کامیابیوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ اپنے اخلاق، عدل، اور انسانی حقوق کے تحفظ کے ذریعے انہیں نظریاتی فتوحات میں تبدیل کر دیا۔ غیر مسلم اقوام، بالخصوص اہل کتاب، مسلمانوں کی اعلیٰ اخلاقی اقدار اور رواداری سے متاثر ہو کر اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہوئیں۔ یہ اصول آج بھی بین المذاہب ہم آہنگی اور عالمی امن کے لیے ایک عملی نمونہ ہیں۔

اسلام کی اس رواداری اور عدل و انصاف کا نتیجہ تھا کہ نبوی تعلیمات اور قرآنی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے تقریباً 90 سے زائد صحابہ، صحابیات، تابعین، اور تابعات نے اسلام قبول کیا۔

ان میں نمایاں ناموں میں حضرت تمیم الحبشی، حضرت ثعلبہ بن سعیہ الهدلی، حضرت تمیم داری، حضرت ثعلبہ بن قیس، حضرت ثعلبہ بن سلام، حضرت ثعلبہ بن ابی مالک، حضرت جارود بن شمر، حضرت جبر، حضرت ریحانہ، حضرت سفانہ، حضرت ماریہ قبطیہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ، حضرت فروہ بن الراہب، تمام بن یہودا، صبی بن معبد، ضغاطر الاسقف الشہید، عمیر بن حسین، اور کعب الاحبار شامل ہیں۔ یہ افراد اپنے وقت کی مختلف اقوام اور مذاہب سے تعلق رکھتے تھے اور اسلام کی حقانیت کو قبول کر کے اس کے پیغام کو عام کرنے میں معاون ثابت ہوئے۔ ان شخصیات کا قبولِ اسلام اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام کی تعلیمات انسانیت کے لیے امن اور فلاح کا پیغام ہیں، جنہیں اپنانے سے دنیا بھر میں عدل و انصاف اور رواداری کا ماحول قائم ہو سکتا ہے۔[52]

خلاصہ بحث

اہلِ کتاب کے نظریاتی انحرافات، جیسے تحریفِ کلام، تثلیث اور انبیا علیہم السلام کی مخالفت، کو قرآن و سنت کی روشنی میں تحقیقی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن نے ان انحرافات کے اسباب، تاریخی پس منظر اور ان کے معاشرتی و روحانی اثرات کو واضح کرتے ہوئے اصلاح کے اصول متعین کیے۔ تحریفِ کلام کے ذریعے آسمانی کتابوں کو بدلنے اور اپنی خواہشات کے مطابق احکامات کو تبدیل کرنے کی مذمت کی گئی اور اس عمل کو گمراہی کی بنیاد قرار دیا گیا۔ تثلیث کے عقیدے کو شرک قرار دیتے ہوئے اللہ کی وحدانیت کو بارہا اجاگر کیا گیا اور اس عقیدے کے سنگین نتائج پر تنبیہ کی گئی۔ اسی طرح انبیا کی مخالفت اور ان کے قتل کو انسانی زوال اور اخلاقی پستی کی علامت قرار دیا گیا۔ قرآن نے اہلِ کتاب کو انحرافات سے باز آنے اور اسلام کے عالمگیر اصولوں کو قبول کرنے کی دعوت حکمت، موعظت حسنہ اور جدال احسن جیسے اصولوں کے تحت دی۔ یہ اصول نہ صرف حقائق کو واضح کرتے ہیں بلکہ ایک مہذب اور

پرامن مکالمے کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات نے اہلِ کتاب کے ساتھ عدل و انصاف، رواداری اور محبت کو فروغ دیا تاکہ بین المذاہب ہم آہنگی اور انسانی فلاح کو یقینی بنایا جا سکے۔ یہ تحقیق اس بات پر زور دیتی ہے کہ اسلامی دعوت کا مقصد اہلِ کتاب کو انحرافات سے نکال کر توحید، رسالت اور آخرت جیسے بنیادی اسلامی عقائد کی طرف لانا ہے۔ یہ پیغام نہ صرف انفرادی اصلاح کا ذریعہ ہے بلکہ عالمی امن اور انسانی معاشرے کی تعمیر کے لیے ایک جامع لائحہ عمل بھی فراہم کرتا ہے۔

سفارشات

- بین المذاہب مکالمے کا فروغ: حکمت اور موعظت حسنہ کے ذریعے اہلِ کتاب کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔
- تحریفات کی وضاحت: اہلِ کتاب کی تحریفات کو علمی دلائل کے ساتھ اجاگر کیا جائے۔
- عملی نمونہ: مسلمان اپنے کردار اور عدل و انصاف سے اسلام کی حقانیت کا عملی مظاہرہ کریں۔
- تعلیمی مواد کی تیاری: اہلِ کتاب کے انحرافات پر مبنی تحقیقی کتب اور تربیتی نصاب مرتب کیے جائیں۔
- مشترکہ اقدار پر زور: اہلِ کتاب کے ساتھ مکالمے میں مشترکہ اخلاقی و روحانی اصولوں کو بنیاد بنایا جائے۔

دعوتی حکمتِ عملی: تبلیغ کے لیے حکمت، نرمی اور جدال احسن کے اصول اپنائے جائیں تاکہ موثر نتائج حاصل ہوں۔۔

REFERENCES - حوالہ جات

[1] Qur'an. (2025). *Al-'Imran 187*
[2] Fazl al-Rahman. (1996). *Ahsan al-Bayan fi Tafsir al-Qur'an* (p. 33). Karachi: Zawar Academy Publications.
[3] Qur'an. (2025). *Al-Baqarah 124*.
[4] Qur'an. (2025). *Al-Baqarah 133*.
[5] Qur'an. (2025). *Al-Baqarah 83*.
[6] Islahi, A. A. (1976). *Tadabbur Qur'an* (p. 183). Lahore: Markazi Anjuman Khuddam al-Qur'an.
[7] Qur'an. (2025). *Maryam 17*.
[8] Rana, I. (1981). *Yahudiyyat wa Masihiyyat* (p. 218). Lahore: Muslim Academy.
[9] Daily Jang. (2024, October 4). *"Duniya mein Yahudiyon ki tadaad kitni ho gayi?". Roznama Jang*. https://jang.com.pk/news/1397404
[10] A. F. P. (2022, November 29). *"Bartaniya mein nifs se bhi kam abadi 'Isai' hai". Independent Urdu*.
[11] Qur'an. (2025). *Al-Nisa' 46*.
[12] Qur'an. (2025). *Al-Baqarah 79*.
[13] 'Uthmani, M. S. (2010). *Tafsir 'Uthmani* (Vol. 1, p. 256). Karachi: Dar al-Isha'at.
[14] Qur'an. (2025). *Al-Ma'idah 73*.
[15] Qur'an. (2025). *Al-Tawbah 30*.
[16] Qur'an. (2025). *Al-Nisa' 171*.
[17] Ahmad Raza Khan. (2012). *Kanz al-Iman ma'Khazain al-'Irfan* (Vol. 1, p. 385). Lahore: Raza Foundation.
[18] Qur'an. (2025). *Al-Ma'idah 116*.
[19] Qur'an. (2025). *Al-Nisa' 155*.
[20] Qur'an. (2025). *Al-Nisa' 171*.
[21] Qur'an. (2025). *Al-Ma'idah 13*.
[22] Qur'an. (2025). *Al-Nisa' 161*.
[23] Qur'an. (2025). *Al-Nahl 125*.
[24] Sajjad, F. (Afadat Dr. Tahir al-Qadri). (2020a). *Da'wat wa tabligh-e din mein khawateen ka kirdar* (p. 41). India: Minhaj al-Qur'an Publications.
[25] Sajjad, F. (Afadat Dr. Tahir al-Qadri). (2020a). *Da'wat wa tabligh-e din mein khawateen ka kirdar* (p. 42). India: Minhaj al-Qur'an Publications.
[26] Azhari, K. S. (1994). *Zia' al-Qur'an* (Vol. 2, p. 150). Lahore: Zia' al-Qur'an Publications.
[27] Qur'an. (2025). *Al-An'am 105*.
[28] Qur'an. (2025). *Al-Baqarah 256*.
[29] Daylami. (1986). *Musnad al-Firdaws* (Vol. 5, p. 345). Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah.
[30] Bukhari, M. b. I. (1997a). *Al-Jami' al-Sahih* (Vol. 2, p. 553, Hadith 1447). Beirut: Dar al-Ma'arif.
[31] Bukhari, M. b. I. (1997b). *Al-Jami' al-Sahih* (Vol. 5, p. 2227, Hadith 5625). Beirut: Dar al-Ma'arif.
[32] Bukhari, M. b. I. (1997c). *Al-Jami' al-Sahih* (Vol. 3, p. 1012, Hadith 2786). Beirut: Dar al-Ma'arif.
[33] Bukhari, M. b. I. (1997d). *Al-Jami' al-Sahih* (Vol. 1, p. 450, Hadith 220). Beirut: Dar al-Ma'arif.
[34] Hamidullah, M. (1994). *'Ahd Nabawi mein nizam-i hukmarani* (pp. 86–88). Karachi: Majlis Nashriyat-e Islam.
[35] Maududi, A. A. (1982). *Tafhim al-Qur'an* (Vol. 2, p. 105). Lahore: Islamic Publications.
[36] Bukhari, M. b. I. (1997e). *Al-Jami' al-Sahih* (Vol. 1, p. 450, Hadith 1395). Beirut: Dar al-Ma'arif.0
[37] Abu Dawud, S. b. al-A. al-Sijistani. (1969). *Sunan Abi Dawud* (Vol. 3, p. 170, Hadith 3052). Damascus: Maktabat al-Maktab al-Islami.
[38] Qur'an. (2025). *Al-Ma'idah 5*.
[39] Mirpuri, M. A. (1997). *Fatawa Sirat Mustaqim* (p. 398). Lahore: Maktabah Dar al-Salam.
[40] Qur'an. (2025). *Al-Ma'idah 5*.
[41] Bukhari, M. b. I. (1997f). *Al-Jami' al-Sahih* (Vol. 5, p. 2097). Beirut: Dar al-Ma'arif.
[42] Ibn Qayyim al-Jawziyyah. (1990). *Ahkam Ahl al-Dhimmah* (Vol. 1, pp. 503–505). Beirut: Dar al-Ma'arif.
[43] Islamic Fiqh Academy Jeddah. (2018). *A study on machine slaughter* (pp. 45–50).
[44] Qur'an. (2025). *Al-Mumtahanah 8*.
[45] Bukhari, M. b. I. (1997g). *Al-Jami' al-Sahih* (Vol. 3, p. 143). Beirut: Dar al-Ma'arif.
[46] Tahir al-Qadri, M. (2020). *Musalmanon aur ghair Musalmanon ke bahami ta'alluqaat* (p. 270). Lahore: Minhaj al-Qur'an Publications.
[47] Hickings, J. (2018). *Interfaith harmony and global peacebuilding* (p. 35). New York: Harmony Publications.
[48] World Council of Religions. (2020). *Interfaith collaboration for global peace* (p. 38). Geneva: WCR Publications.
[49] Becket, J. (1995). *Muhammad Rasul Allah* (H. Hyderabadi, Trans., p. 538). Karachi: Citizen Publishers.
[50] Imam al-Din, A. M. (1995). *Ghair Muslim mashahir 'alam aur mahasin-i Islam* (p. 9). Karachi: Siddiqi Trust.
[51] Siddiqi, M. A. (2002). *Qurun-i Ula mein Musalmanon ke ghair Muslimon se ta'alluqaat wa mu'ahidaat aur 'asr-i hazir* (PhD thesis, Punjab University, pp. 193–194). Lahore: University of the Punjab.
[52] Nadwi, M. U. (2004). *Ahl-i Kitab Sahabah wa Tabi'in* (pp. 120–280). Lahore: Al-Faisal Nashiran wa Tajiran.